بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوتی مکاتیب

سید جلال الدین عمری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب اور فرامین کا ایک بڑا ذخیرہ حدیث اور سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہے[1] یہ مکاتیب تین طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ مکاتیب ہیں جن کے ذریعہ آپ نے سردارانِ قبائل اور سربراہانِ ممالک کو اسلام کی دعوت دی۔ دوسرے وہ مکاتیب ہیں جن میں آپ نے مسلمانوں کے لیے خاص خاص احکام شریعت کی تفصیل قلم بند کرائی ہے۔ تیسرے وہ مکاتیب ہیں جنھیں سیاسی نوعیت کے مکاتیب کہا جا سکتا ہے۔ ان کے ذریعہ آپ نے کسی کو پناہ دی ہے، کسی سے معاہدہ کیا ہے، یا عطیات وغیرہ سے نوازا ہے۔ ان سب کی اہمیت ہے اور ان سے زندگی کے مختلف گوشوں میں ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے لیکن اس وقت ہم صرف پہلی قسم کے مکاتیب کا ذکر کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں تھے، اسلام کی دعوت عام نہ ہو سکی۔ قریش کے ظلم وستم نے اس کی راہ میں زبردست رکاوٹیں کھڑی کر رکھی تھیں۔ مدینہ پہونچنے کے بعد قریش اور ان کے حلیف قبائل سے باقاعدہ جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور اسلام کو حجاز کے دور دراز علاقوں تک پہونچانے اور اس سے آگے دنیا کو اس کی طرف براہ راست دعوت دینے کے مواقع حاصل نہیں تھے۔ اسی دوران میں حدیبیہ کی صلح ہوئی۔ یہ صلح اسلامی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس نے حالات کا رخ یک لخت بدل دیا۔ اس کے بڑے دور رس اثرات مرتب ہوئے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید نے اسے 'فتح مبین' سے

---

[1] ان مکاتیب کی بڑی تعداد ابن سعد نے جمع کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ طبقات ابن سعد ۱/۲۵۸ - ۲۹۱ محترم ڈاکٹر حمید اللہ (مقیم پیرس) کی 'الوثائق السیاسیہ' اس موضوع پر سب سے جامع تالیف ہے جو نہایت عمدہ تحقیق کے ساتھ مرتب کی گئی ہے۔

تعبیر کیا ہے[1] صلح حدیبیہ، قریش کے ساتھ امن کا معاہدہ تھا۔ اس سے حالت جنگ ختم ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا موقع ملا کہ عرب کے دور و نزدیک کے قبائل اور دنیا کے سربراہان ممالک کو اسلام کی براہِ راست دعوت دیں۔ اس دعوت کے مخاطبین کو بھی اس کے بارے میں سوچنے اور فیصلہ کرنے کے لیے ٹھنڈا ماحول میسر آیا۔

یہ بات محدثین اور مورخین کے درمیان طے ہے کہ یہ مکاتیب صلح حدیبیہ کے بعد لکھے گئے۔ البتہ اس کے وقت کی ٹھیک ٹھیک تعیین میں تھوڑا سا اختلاف ہے صلح حدیبیہ ذی قعدہ ٦ھ میں ہوئی[2]۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ ذی الحجہ میں حدیبیہ سے واپسی ہوئی اور محرم ٧ھ میں یہ مکاتیب سفیروں کے ذریعہ بھیجے گئے[3] واقدی کا بیان ہے کہ ذی الحجہ ٦ھ ہی میں سفراء ان خطوط کو لے کر روانہ ہوئے تھے[4] علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ ذی الحجہ ٦ھ میں آپ نے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت کے خطوط لکھنے اور سفیروں کے ذریعہ انھیں بھیجنے کا فیصلہ فرمایا اور محرم ٧ھ میں اس پر عمل درآمد ہوا[5] اس طرح زرقانی نے ان بیانات میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ خطوط صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے لکھے گئے[6] امام بخاری نے ان مکاتیب کا ذکر غزوۂ تبوک کے بعد کیا ہے[7] یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ مکاتیب ٩ھ میں لکھے گئے۔ ان دونوں بیانات میں تطبیق اہل مغازی کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ تبوک سے بھی آپ نے بعض سلاطین کو دوبارہ خطوط لکھے[8]

غالبًا اسی وجہ سے ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ یہ مکاتیب صلح حدیبیہ سے لے کر وفات تک کی درمیانی مدت میں لکھے گئے۔

---

[1] سورۃ الفتح : ١

[2] بخاری، کتاب المغازی، غزوۃ الحدیبیہ۔ مسلم، کتاب المناسک، باب بیان عدد عمر النبیؐ و زمانھن

[3] طبقات: ١/٢٥٨ [4] طبری: تاریخ الرسل والملوک ٢/٦٤٤۔ ابن کثیر: السیرۃ النبویہ: ٤/٩٤

[5] المواہب اللدنیہ: ٣/٣٦٥ [6] السیرۃ النبویہ: ٤/٩٤ [7] بخاری: کتاب المغازی۔

[8] ابن حجر: فتح الباری: ٨/٨٩، ٩٠۔ نیز ملاحظہ ہو ٧/٣٠٩۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ
قد فرق رجالا من اصحابه الى	اور اپنی وفات کے دوران میں اپنے
ملوك العرب والعجم دعاة	اصحاب میں سے بہت سے افراد کو اللہ تعالیٰ
الى الله عز وجل فى مابين	کی طرف بلانے والوں کی حیثیت سے
الحديبية ووفاته[1]	عرب و عجم کے بادشاہوں کے پاس مختلف
	علاقوں میں روانہ فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن سرداروں اور سربراہوں کو مکاتیب کے ذریعہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور جن صحابہ کرام نے سفارت کے فرائض انجام دیئے ان کے نام یہ ہیں۔

مکتوب الیہ	سفیر
۱۔ ہرقل (قیصر روم)	دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ
۲۔ کسریٰ بن پرویز بن ہرمز (شاہ فارس)	عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ
۳۔ نجاشی (شاہ حبش)	عمرو بن امیہ ضمریؓ
۴۔ مقوقس (حاکم اسکندریہ، مصر)	حاطب بن ابی بلتعہ لخمیؓ
۵۔ حارث بن ابی شمر الغسانی (والی دمشق)	شجاع بن وہب الاسدیؓ
۶۔ ہوذہ بن علی الحنفی (یمامہ)	سلیط بن عمرو العادیؓ
۷۔ جیفر اور عبد ابنی جلندی (قبیلہ ازد کے سردار)	عمرو بن العاصؓ
۸۔ منذر بن ساوی عبدی (ملک بحرین)	علاء بن حضرمیؓ
۹۔ ذوالکلاع بن ناکور۔ ذوعمرو (حمیر یمن)	جریر بن عبداللہ البجلیؓ
۱۰۔ حارث بن عبد کلال الحمیری (یمن)	مہاجر بن امیہ مخزومیؓ
۱۱۔ مسیلمہ کذاب	عمرو بن امیہ ضمریؓ۔ سائب بن عوامؓ
۱۲۔ فردہ بن عمرو الجذامی	......
۱۳۔ حارث، مسروح، نعیم (بنو عبد کلال حمیری)	عیاش بن ابی ربیعہ مخزومیؓ

---

[1] طبری: تاریخ: ۲/۶۴۵

۱۴۔ جبلہ بن الایہم ......

اس فہرست میں بعض سفراء کا ذکر نہیں ہے اور بعض کے بارے میں یہ صراحت نہیں ہے کہ ان کے ذریعہ مکاتیب بھیجے گئے۔ ممکن ہے زبانی آپ کا پیغام پہونچایا گیا ہو۔ اس پر ہم آگے بحث کریں گے۔

یہاں جن سلاطین اور امراء کا ذکر ہے ان میں سے پہلے چھ کے بارے میں ابن سعد نے صراحت کی ہے کہ محرم ۷ھ میں ان کے پاس سفراء ایک ہی دن میں بھیجے گئے[۱] علامہ ابن قیم نے بھی یہی بات لکھی ہے[۲]

واقدی کا بیان ہے کہ یہ سفراء ذی الحجہ ۶ھ میں بھیجے گئے۔ ان میں سے تین ایک ساتھ روانہ ہوئے۔ مقوقس کی طرف حاطب بن ابی بلتعہؓ، غسانی کی طرف شجاع بن وہبؓ اور قیصر کی طرف دحیہ بن کلبیؓ[۳] اس سے خیال ہوتا ہے کہ باقی سفراء الگ الگ روانہ ہوئے۔ اس کا بھی امکان ہے کہ ان کی روانگی ذی الحجہ ہی کی مختلف تاریخوں میں ہوئی ہو۔

روایات میں آتا ہے کہ ان سفراء کو روانہ کرنے سے پہلے آپ نے صحابہ کے سامنے اس مہم کی اہمیت بیان فرمائی اور اس میں تعاون کرنے اور اسے کامیاب بنانے کی ترغیب دی۔

حضرت مسور بن مخرمہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کے درمیان تشریف لائے اور فرمایا۔

ان اللہ بعثنی رحمۃ للناس کافۃ فادوا عنی رحمکم اللہ ولا تختلفوا کما اختلف الحواریون علی عیسیٰ	اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انسانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا میری طرف سے اللہ کا دین دوسروں تک پہونچاؤ۔ اس معاملے میں آپس میں اس طرح اختلاف میں نہ پڑجاؤ جس طرح کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواری اختلاف میں پڑ گئے تھے۔

---

[۱] ابن سعد: ۱/۱۲۰ [۲] زاد المعاد فی ہدی خیر العباد۔ تحقیق شعیب الارنووط۔ عبد القادر الارنووط ۱/۱۲۰ مطبوعہ بیروت ۱۹۷۹ء ایک اور جگہ لکھتے ہیں قیل ھم الذین بعثھم رسول اللہؐ فی یوم واحد ۱/۱۲۲۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ ایک کمزور قول ہے۔

[۳] طبری: تاریخ الرسل والملوک ۲/۶۴۴

صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ ان کے اختلاف کی نوعیت کیا تھی؟ آپ نے فرمایا۔ حضرت عیسیٰؑ نے بھی اپنے حواریوں کو اسی طرح کا حکم دیا تھا جس طرح کا حکم میں تمہیں دے رہا ہوں۔ لیکن جن حواریوں کو آں جناب نے قریب کے مقامات پر بھیجا انھوں نے بخوشی حکم کی تعمیل کی اور جنھیں دور دراز کے مقامات پر بھیجا انھوں نے ناگواری محسوس کی (تعمیل حکم سے پیچھے ہٹے اور کہا کہ ہم ان لوگوں کی زبان ہی نہیں جانتے جن کے پاس ہمیں بھیجا جارہا ہے) حضرت عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی جب صبح ہوئی تو ان میں سے ہر شخص ان لوگوں کی زبان بولنے لگا جن کے پاس اسے بھیجا جارہا تھا۔ (اس طرح ان کا عذر ختم ہوگیا) حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ تم یہ کام انجام دو۔ صحابہ کرام نے یہ سن کر فرمایا ہم آپ کا پیغام پہونچانے کے لیے تیار ہیں۔ آپ جہاں چاہیں ہمیں بھیج سکتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے مختلف سفراء (اس روایت میں سات سفیروں کا ذکر ہے) روانہ فرمائے [۱]

ابن سعد کی روایت میں ہے کہ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفراء ان لوگوں کی زبان بولنے لگے جن کی طرف انھیں بھیجا گیا۔[۲] جب آپ کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا:

هٰذا اعظم ما كان من حق الله في عباده [۳]	اللہ پر اپنے بندوں کا یہ سب سے بڑا حق تھا جو پورا ہوا۔

---

[۱] رواہ الطبرانی (مجمع الزوائد ۵/۳۰۵ - ۳۰۶) اس کے ایک راوی اسماعیل بن عیاش گو حدیث کے بہت بڑے عالم تھے لیکن روایت حدیث میں وہ عام طور پر 'ضعیف' سمجھے جاتے ہیں۔ بعض محدثین نے انھیں ثقہ بھی قرار دیا ہے۔ امام احمد اور حافظ ابن معین وغیرہ نے کہا ہے کہ شامیوں سے ان کی روایات قابل اعتماد ہیں البتہ اہل حجاز سے وہ کمزور روایات نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ تہذیب التہذیب ۱/۳۲۱ - ۳۲۶۔ حافظ ابن حجر نے یہ روایت نقل کی ہے لیکن اس کے ضعف کا ذکر نہیں کیا ہے۔ فتح الباری ۸/۸۹ یہ روایت تھوڑے سے فرق کے ساتھ ابن ہشام (۴/ ۲۷۸ - ۲۷۹) میں بھی ہے نیز ملاحظہ ہو۔ تاریخ طبری ۲/۶۴۵ اسی مفہوم کی روایت ابن سعد میں متعدد سندوں کے ساتھ آئی ہے، جس سے اس کا ضعف دور ہوسکتا ہے طبقات ۱/۲۶۴۔ مزید حوالوں کے لیے دیکھی جائے۔ المواہب اللدنیہ: ۳/۳۶۵ - ۳۶۶

[۲] طبقات: ۱/۲۵۸ [۳] حوالہ سابق صفحہ ۲۶۴

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ صحابہ کرام کے ساتھ پیش آیا۔ اس پر ایک اعتراض ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ آپ کے سفیروں سے شاہانِ عجم نے اپنے ترجمانوں کے ذریعہ بات چیت کی تھی۔ اگر وہ ان کی زبان سے واقف ہوتے تو مترجم کی ضرورت نہ پیش آتی۔ اس کے جواب میں علامہ زرقانی کہتے ہیں کہ یہ شاہان عجم کے تکبر کا مظاہرہ بھی ہو سکتا ہے کہ انھوں نے براہِ راست بات چیت پسند نہیں کی[۱]

یہ معجزاتی واقعہ حضرت مسیحؑ کے حواریوں کے ساتھ پیش آیا ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفراء کے ساتھ یا دونوں ہی کی اللہ تعالیٰ نے غیب سے اس سلسلہ میں مدد کی ہو، اس بات کی بڑی اہمیت ہے کہ کسی سے اس کی زبان میں خطاب کیا جائے۔ زبان کی اجنبیت بھی دعوت کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری زبانیں سیکھنے کی ترغیب دی ہے اور صحابہ کرام نے یہ زبانیں سیکھی ہیں۔

ان مکاتیب کو باقاعدہ سرکاری حیثیت حاصل تھی اور وہ اسی حیثیت سے بھیجے بھی گئے۔ چنانچہ اس کے جو تقاضے تھے وہ پورے کیے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ مشورہ آیا کہ یہ خطوط مہر بند ہونے چاہئیں ورنہ ان کے شایانِ شان اہمیت نہیں دی جائے گی۔ آپ نے اس مشورہ کو شرف قبولیت بخشا اور اس پر عمل فرمایا۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے:

لما اراد النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان یکتب الی الروم وفی روایۃ ان یکتب الی العجم قیل لہ انہم لن یقرؤا کتابک اذا لم یکن مختوما فاتخذ خاتما من فضۃ ونقشہ محمد رسول اللّٰہ[۲]	جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں کو خط لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں جب آپ نے عجمیوں کو لکھنے کا ارادہ فرمایا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ کا گرامی نامہ مہر بند نہ ہو تو وہ اسے ہرگز نہیں پڑھیں گے۔ چنانچہ آپ نے (مہر کے لیے) انگوٹھی بنوائی جس کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔

---

[۱] المواہب اللدنیہ: ۳/۳۶۵۔ [۲] بخاری، کتاب اللباس، باب اتخاذ الخاتم لیختم بہ =

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مکاتیب میں اسلام کو اس حیثیت سے پیش فرمایا ہے کہ وہ ساری دنیا کے لیے ہے اور اس کا خطاب مشرق و مغرب اور عرب و عجم سب سے ہے۔ آپ نے سربراہانِ ممالک کو دعوت دی کہ وہ اسلام قبول کریں اور اس کی سعادتوں سے بہرہ مند ہوں۔ اگر وہ اس کا انکار کریں گے تو آخرت میں اپنی اور اپنے ماتحت افراد کی گم راہی کا خمیازہ انھیں بھگتنا پڑے گا اور دنیا میں بھی اس کے نتائج کے وہ ذمہ دار ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مکاتیب جس مقصد کے لیے لکھے تھے اسے حضرت انسؓ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کتب الی کسری والی قیصر والی النجاشی والی کل جبار یدعوھم الی الاسلام[2]	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ، قیصر، نجاشی اور ہر سرکش (حکمراں) کو خطوط لکھے اور انھیں اسلام کی دعوت دی۔

ابن ہشام کہتے ہیں۔

بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسلا من اصحابہ وکتب معھم کتبا الی الملوک یدعوھم فیھا الی الاسلام[3]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے قاصد بھیجے اور ان کے ذریعہ بادشاہوں کو خطوط روانہ فرمائے۔ ان خطوط میں آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی تھی۔

یہ مکاتیب خالص دعوتی نوعیت کے تھے۔ ان میں اسلام کو قبول کرنے کی براہ راست

= النبی او لیکتب الی اھل الکتاب وغیرھم۔ مسلم کتاب اللباس، باب تحریم خاتم الذھب علی الرجال۔ اسنوی نے لکھا ہے کہ اس کی کتابت اس طرح کرائی گئی تھی کہ پہلی سطر میں اللہ، دوسری سطر میں رسول اور تیسری میں محمد تھا (اللہ / رسول / محمد) لیکن اس کی تائید روایات سے نہیں ہوتی۔ اسماعیلی کہتے ہیں کہ ایک سطر میں محمد دوسری میں رسول اور تیسری میں اللہ لکھوایا گیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ترتیب بھی یہی تھی۔ اس طرح (محمد / رسول / اللہ) زرقانی علی المواھب ۳/۳۴۲

[2] مسلم، کتاب الجہاد، باب کتاب النبیؐ ملوک الکفار الخ

[3] ابن ہشام: سیرت: ۴/۲۷۹

دعوت دی گئی تھی۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ کیا ان مکاتیب سے اسلام ان کے مخالفین کے سامنے پوری وضاحت کے ساتھ آجاتا تھا کہ وہ دلائل کی روشنی میں اس کے رد و قبول کا فیصلہ کر سکیں، اور رد کریں تو یہ کہا جائے کہ انھوں نے اچھی طرح سمجھنے کے بعد اسے رد کیا ہے؟

اس کے جواب میں چند باتیں پیش نظر رکھنی ہوں گی۔

۱۔ یہ مکاتیب اپنے مخصوص پس منظر کی وجہ سے فیصلہ کن اہمیت رکھتے تھے۔ یہ جس وقت لکھے گئے اسلام کی دعوت غیر معروف نہیں تھی کہ پوری تفصیل سے اسے سمجھانے کی ضرورت پیش آتی بلکہ اس کا حوالہ دینا بھی کافی تھا۔ اسلام کی دعوت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مخالفین کے درمیان زبردست کشمکش برپا کر دی تھی۔ اس کشمکش سے حجاز کے دور دراز کے قبائل بھی واقف تھے۔ اس کشمکش نے باہر کی دنیا کے لیے بھی اس کے سمجھنے کے مواقع فراہم کر دئے تھے۔

۲۔ مدینہ میں اسلام عملاً قائم تھا اور اس کی بنیاد پر ایک ریاست وجود میں آچکی تھی۔ اس کے مخالفین اور دشمن بھی اسلام کو سمجھنا چاہیں تو وہ انھیں اس کے مواقع فراہم کرنے کے لیے تیار تھی۔ قرآن مجید کی ہدایت ہے۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ	اگر مشرکوں میں سے کوئی تم سے پناہ کا طالب
اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ	ہو تو اسے پناہ دو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کا
كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ	کلام سنے۔ پھر اسے اس کی امن کی جگہ
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ؁	پہونچا دو۔ یہ حکم اس لیے ہے کہ وہ لوگ
(التوبہ: ٦)	(اللہ کے دین کو) نہیں جانتے۔

اس سے واضح ہے کہ غیر اسلامی ریاست کا کوئی فرد اسلام کو سمجھنا چاہے تو اسلامی ریاست اس کا موقع ضرور اسے فراہم کرے گی۔ اسلام کے سمجھنے کے لیے جس وقت تک قیام ضروری ہوگا، وہ قیام کر سکے گا۔ اس کے بعد اسے اسلام کو ماننے یا نہ ماننے کا کلی اختیار ہوگا۔ اگر وہ اسلام کو نہ مانے تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہوگی کہ اسے بحفاظت اس ملک میں پہونچا دے جس سے وہ تعلق رکھتا ہے تاکہ وہ اپنے وطن اور اپنے ماحول میں آزادی کے ساتھ اسلام کے بارے میں فیصلہ کر سکے۔ اس

اہتمام کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص محض ناواقفیت یا غلط فہمی کی بنا پر اسلام کی مخالفت نہ کرے[1]

۳- یہ مکاتیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے لکھے تھے اس لیے ان میں جن سربراہوں کو خطاب کیا گیا تھا وہ انھیں کسی عام فرد کا خطاب سمجھ کر نظرانداز نہیں کرسکتے تھے۔ ان کا فرض تھا کہ وہ ان پر غور کریں اور کسی نتیجہ تک پہونچیں۔ ان کو دوسروں کے مقابلہ میں اس کے بہتر مواقع بھی حاصل تھے۔

۴- یہ خطوط جن سفراء کے ذریعہ بھیجے گئے وہ اسلام کے نمائندے تھے۔ وہ صرف نامہ بر نہیں تھے بلکہ اسلام کے ترجمان تھے اور وقت ضرورت اس کی ترجمانی کرتے تھے۔

ان وجوہ سے ان مکاتیب میں جن لوگوں کو خطاب کیا گیا تھا ان کے لیے اسلام کا سمجھنا آسان تھا۔ ان کی ہ میں کوئی ایسی رکاوٹ نہ تھی جو دور نہ ہوسکتی ہو۔ اس لیے ان مکاتیب کے ذریعہ اس بات کے مطالبہ کا آپ کو پورا حق حاصل تھا کہ وہ اسلام کو سمجھیں اور اسے قبول کریں۔

ان مکاتیب کے مطالعہ سے ضمناً یہ بات بھی نکلتی ہے کہ دعوت وتبلیغ کا ذریعہ تقریر ہی نہیں تحریر بھی ہے۔ تحریر سے بھی مخاطبین پر اتمام حجت ہوسکتی ہے اس کے لیے ہر حال میں بالمشافہ بحث اور گفتگو ضروری نہیں ہے۔ قیصر وکسریٰ کے نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب کا ذکر جس حدیث میں ہے اس کے ذیل میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

وفی الحدیث الدعاء الی الاسلام بالکلام والکتابۃ وان الکتابۃ تقوم مقام النطق[2]	حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی طرف دعوت زبان سے بھی دی جاتی ہے اور تحریر کے ذریعہ بھی۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تحریر زبان کی جگہ لے سکتی ہے۔

موجودہ دور میں تحریر کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اس کے ذریعہ زیادہ وسیع حلقہ تک اسلام کو پہونچایا جاسکتا ہے اور مخاطب کو اس پر غور وفکر کا زیادہ موقع ملتا ہے۔

ان مکاتیب کے مضمون اور ان کے ردعمل پر انشاءاللہ آئندہ شمارہ میں بحث ہوگی۔

---

[1] اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست کے درمیان باہم معاہدہ کے تحت سفارتی، تجارتی اور اسی نوعیت کے دوسرے تعلقات قائم ہوسکتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں غیر اسلامی ریاست کے افراد اس طرح کے جس مقصد کے تحت بھی قیام کریں گے اسلام کو سمجھنے میں انھیں مدد ملے گی۔ اس آیت پر تفصیلی بحث کے لیے ملاحظہ ہو رشید رضا۔ تفسیر المنار: ۱۰/۱۷۷-۱۸۰۔

[2] فتح الباری: ۶/۶۸